اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی کہ تیرے ذریعہ اقوامِ عالم وحدتِ انسانی میں منسلک کی جائیں گی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ /جولائی ۱۹۷۰ء بمقام مسجد مبارک ربوہ غیر مطبوعہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ (التوبة: ۳۸ تا ۴۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فنا فی الرسول کا جو مقام حاصل تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو قرب میسر تھا وہ امت محمدیہ میں کسی اور کے نصیب میں نہ ہوا، نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ وعدہ دیا اور یہ بشارت دی کہ تیرے ذریعہ سے تمام اقوامِ عالم وحدتِ انسانی میں منسلک کی جائیں گی۔ وہ سب تیرے گرد پیار اور محبت سے گھومیں گی اور تیری اطاعت اور اتباع میں اپنے محبوب اور مقصود اللہ کی رضا کو حاصل کریں گی۔ اقوامِ عالم کا وحدتِ انسانی میں منسلک ہونے کا کام جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے ساتھ وابستہ تھا، کامل دین آ گیا اور شریعت مکمل ہوگئی۔ تمام دنیا کو قرآن عظیم میں عظیم بشارتیں دیں۔ لیکن اس وحدت کی طرف دنیا کی اقوام نے صدیوں مزید سفر کرنا تھا اس وقت تک کے لئے جب مہدی معہود دنیا کی طرف معبوث ہوں اور اللہ تعالیٰ کی یہ روشنی ساری اقوامِ عالم کو منور کرنے والی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا حقیقی اور بنیادی فرض ہے ہی یہ کہ تمام اقوامِ عالم کو اسلام کے نور سے منوّر کر کے اور اسلام کے حُسن کا گرویدہ بنا کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں پہ لا ڈالیں باقی تو سب فروعات ہیں وہ راستے ہیں جو مختلف جہات سے ہو کر اس کے ایک مرکز کی طرف رواں دواں ہیں اس وحدتِ اقوامی کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ہتھیار یا ذرائع اور اسباب لا سکتے تھے وہ لائے اس وحدتِ اقوامی کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تین باتوں کی ضرورت ہے۔ ایک کا تعلق آپ سے نہیں کیونکہ وہ دنیوی بات ہے اس کا تعلق عام انسان کی ترقی اور سائنس کے زیادہ سے زیادہ حقائق کو حاصل کرنے سے ہے۔ مثلاً ہوائی جہازوں کی ایجاد اور سمندری جہازوں کی ایجاد اور ریلیں، موٹریں ہیں۔ ہفتوں میں انسان یہاں سے موٹر میں یورپ وغیرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ ہوائی جہاز کے نتیجہ میں سالوں کا فاصلہ ایک دن میں طے ہو جاتا ہے۔ مثلاً ہم جب افریقہ گئے جو یہاں سے سات ہزار میل دور ہے تو اڑان کا وقت ہمارا چھ اور نو قریباً پندرہ سولہ گھنٹے تھا۔ پندرہ سولہ گھنٹے میں جہاز سات ہزار میل دور کے ممالک میں پہنچا دیتا ہے۔ کوئی وقت تھا کہ یہاں سے افریقہ جانے

کا خیال بھی انسان نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کوئی بہادر اور جری اور علم کے حصول کا جنون رکھنے والا روانہ ہوتا تھا ابن بطوطہ کی طرح تو سالہا سال کے سفروں کے بعد اس کے لئے ممکن ہوتا تھا کہ وہ اپنے گھر کو واپس لوٹ سکے۔ تو وحدت اقوامی کے قیام کے لئے ضروری تھا کہ means of communication (مینز آف کمیونی کیشن) جسے کہتے ہیں رسل و رسائل اور آپس کے تعلقات کو قائم کرنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے۔ وہ اس حد تک ترقی یافتہ ہو جائیں کہ قوم قوم کے درمیان فاصلہ، مکان کا فاصلہ اور زمان کا فاصلہ جو ہے وہ بہت کم ہو جائے۔ ایسا ہی کم ہو جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ سے مکہ تک پہنچنا یا اس سے بھی کم عرصہ میں دنیا کے بہترین حصہ میں انسان پہنچ سکتا ہے۔ تو ایک اس کے بغیر وحدتِ اقوامی کا قیام ممکن نہیں کہ تمام بنی نوع انسان ایک برادری بن جائیں اور ان کا باپ اس دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ بقیہ دو باتوں کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک تو ایسا زمانہ چاہئے۔ ایک تو یہ ہو کہ رسل و رسائل means of communication (مینز آف کمیونی کیشن) اتنے ہوں کہ تمام دنیا ایک ملک کی طرح بن جائے۔ دوسرے یہ کہ وہ حالات ایسے ہوں اور طبائع میں جوش اس قدر ہو کہ تمام مذاہب اپنے اپنے مذہب کی صداقت کے فیصلہ کے لئے تیار ہوں۔ حالات بھی ایسے ہوں کہ ان کا آپس میں مقابلہ ہو سکے مذاہب کی کُشتی کا امکان پیدا ہو جائے جو اس زمانہ میں ہو گیا۔ ایک تو یہ کہ مذہبی آزادی سوائے ایک تنگ ذہن کے ہر جگہ ہمیں نظر آتی ہے۔ مذہب کی بناء پر آج تلوار نہیں نکالی جا رہی نہ کسی کو قتل و غارت کے میدان میں دھکیلا جا رہا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ ساری دنیا جو ہے وہ باتوں کو سنتی ہے ہمارے ملک میں تعصب ہے مگر ایک چھوٹے سے حصہ میں ہزار میں سے ایک شخص ہوگا جو اس تعصب کی بیماری میں مبتلا ہوگا۔ ہمارے پاکستان والے بھی تحمل سے بات سنتے ہیں اس زمانہ میں ہم ہی بعض دفعہ سستی دکھاتے ہیں انہیں بات نہیں سناتے، وہ سننے کے لئے تیار ہیں اور کسی پر زبردستی نہیں میرے سامنے جب بھی بعض دفعہ جوش میں آ کر احمدی کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے بہت کچھ پڑھا ہے لیکن یہ صاحب جو ہیں وہ سامنے بیٹھے ہوئے ہیں احمدیت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تو میں نے

انہیں کبھی یہ نہیں کہا کہ تم فارم پر دستخط کرو اور تم بیعت کر لو۔ میں نے انہیں نصیحت کی کہ دیکھو! یہ جو مرضی ہے کہتے رہیں جب تک انشراح صدر نہ ہو تم احمدیت میں داخل نہ ہونا کیونکہ گنتی سے تو کوئی فائدہ نہیں نہ گنتی میں کوئی دلچسپی ہے جیسا کہ ان آیات میں بھی جو میں نے تلاوت کی ہیں بڑی وضاحت سے یہ بیان ہوا ہے تو بات سنتے ہیں اور ہمیں سنانی چاہئے تو جس وقت مذاہب کی کُشتی ہو اس وقت غالب آنے والے مذہب کے پاس اس قدر زبردست دلائل ہونے چاہئیں کہ ان دلائل کے سامنے دوسرے مذاہب ٹھہر نہ سکیں۔ یہ زبردست دلائل تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام تھا لانا اور آپ لے آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب اور سب سے بڑا بد مذہب یعنی دہریت جو ہے اس کے خلاف بڑے بڑے دلائل دے دیئے ہیں لیکن محض دلائل دینا بھی غالب آنے کے لئے کافی نہیں ہوا کرتے۔ دنیا کی تاریخ سے ہمیں پتہ لگتا ہے اس کی تفصیل میں ہمیں جانے کی ضرورت نہیں اس لئے آپ نے فرمایا کہ دوسری چیز جو وحدتِ اقوامی کے لئے ضروری تھی ایسی فضا تھی جس میں مذاہب کی کُشتی امن کی فضا میں ممکن ہو اور جو دلیل اور حجت میں زبردست اور طاقتور ہو اس کی جیت ہو اور وہ دلائل تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیئے اور تیسری چیز جو اس وحدتِ اقوام کے لئے ضروری تھی وہ یہ تھی کہ جس طرح نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے اس گروہ کو آسمانی نشانات اور تائیدات سے نوازا گیا جو آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد دو تین نسلوں میں پیدا ہوں اس طرح ایک قوم صحابہ سے ملتی جلتی پیدا کی جائے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آسمانی نشانات اور تائیدات کی وارث بنے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں اس طرح فانی ہے کہ علیحدہ کوئی چیز ہمیں نظر نہیں آتی اس وجود کی جھلک اس وجود کا حسن اس وجود کا احسان جو ہے وہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود میں نظر آتا ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کہا کہ دیکھنا! فرق نہ کرنا ورنہ پاؤں پھسل جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف خود بڑی کثرت سے بے حدو حساب آسمانی نشانات دنیا کو دکھائے بلکہ آپ نے دنیا میں یہ اعلان بھی کیا کہ میرے سچے اور کامل متبعین بھی آسمانی

نشانوں کے وراث بنیں گے۔ یہاں تک فرمایا کہ میرے کامل متبعین کو اللہ تعالیٰ اس قدر برکت دے گا کہ اگر وہ کسی چیز کو چھوئیں گے تو وہ چیز بابرکت ہو جائے گی قبولیتِ دعا کا نشان ہے۔ یہ ساری ہماری جماعت جو مخلصین کا حصہ ہے (منافقین اور کمزوروں کو نکال کر) ان کو اللہ تعالیٰ یہ نشان دکھاتا ہے ان کے وجود میں برکت رکھی ہے۔ ان کے وجود میں جاذبیت رکھی ہے اثر رکھا ہے جو بے نفس، آپ کو ربوہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں اور آپ کے دل میں ان کی قدر و شناخت نہیں ہوتی۔ جب وہ باہر جاتے ہیں تو وہاں کے سربراہ مملکت جو ہیں وہ بھی ان کی عزت کرتے ہیں ہم نے خود مشاہدہ کیا وہاں پھر آدمی سوچ میں پڑتا ہے کہ بظاہر تو یہ شخص اس قابل نہیں تھا۔ ہر انسان کی توجہ اس طرف جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ کیا تھا اور وہ اپنے وعدوں کا سچا ہے اور اس نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے بے نفس متبعین اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مست رہنے والے جو ہیں ان کو یہ اپنا نشان دکھایا ہے اور یہ برکتیں ان کو دی ہیں تو وحدتِ اقوامی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ تیسری چیز جو نہایت ضروری بھی ہے وہ الٰہی تائید اور نصرت اور آسمانی نشانات ہیں۔ اور وہ آپ لے کر آئے اور ایک ایسی جماعت آپ نے پیدا کی کہ جو سچا ایمان اور حقیقی اخلاص رکھنے والی بے نفس جماعت تھی اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو نشان دکھا رہا ہے اور وحدتِ اقوامی کے لئے حالات سازگار کر رہا ہے اس کثرت سے اور اس طرح پھیلے ہوئے ہیں یہ نشانات کہ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ افریقہ میں ہماری ایک بہن تھیں جن پر مجھے اس خیال سے رحم آیا کہ اگر وہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو دعا کے لئے اسی طرح لکھتی رہتی تو اس وقت ان کی مراد پوری ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ نشان بھی دکھانا تھا کہ اس کی شادی کو چالیس ۴۰ سال گذر چکے تھے اور کوئی لڑکا نہیں تھا غالباً کوئی بچہ ہی نہیں تھا اور میری خلافت کے شروع میں انہوں نے دعا کے لئے لکھنا شروع کیا اور شادی کے چالیس سال بعد اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو لڑکا دیا۔ سات ہزار میل دور چالیس سال شادی کو ہو چکے۔ انگریز ڈاکٹر تو کہتے ہیں کہ عام عورت پندرہ بیس سال کے بعد بچہ جننے کے قابل ہی نہیں رہتی اور پھر اس عمر میں اللہ تعالیٰ

نے اس کو یہ نشان قبولیتِ دعا کا دکھایا۔ وہاں بھی لوگ دعاؤں کے نشان دیکھتے ہیں بڑی کثرت سے یہ نشان اللہ تعالیٰ ظاہر کر رہا ہے اس لئے ہمیں علاوہ اور باتوں کے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو ایک خاندان بنانے کا وقت آ پہنچا۔ یہ بڑا اہم کام ہے یہ بنیادی کام ہے دراصل یہی کام ہے باقی جیسا کہ میں نے کہا شاخیں ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو دوسرے کام ہیں اس مقصد کے حصول کے لئے مختلف شاہراہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تیار کی ہیں۔ مختلف دروازے ہیں جو اس کے اندر ہمیں لے کر جا رہے ہیں اصل چیز یہ ہے کہ ہم نے تمام انسانوں کو الا ماشاء اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کے بندھن میں باندھ دینا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ جو اسلام سے باہر رہ جائے گا ان کی حالت چوہڑوں چماروں کی طرح ہوگی۔ اگر لاہور کی آبادی کا مقابلہ چوہڑوں چماروں سے کریں تو شاید ایک فیصدی ہوں یا دو فیصدی ہوں یہ نہ ہونے کے برابر ہے جو ان کی حیثیت ہوگی اس کام کو کرنے کے لئے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ایک جنون کی ضرورت ہے ایسا جنون جو دنیا کے تمام اصولوں کو توڑ کر پرے پھینک دے اور یہ کہے کہ میں ان کا پابند نہیں ہوں میں اللہ کا عاشق ہوں اور میں اپنے اس عشق کے مطابق دنیا میں کام کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو مضمون بیان کیا ہے وہ لمبا ہے میں اس کے بعض پہلوؤں گا۔ اس میں یہ فرمایا ہے کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کے منشاء کو پورا کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے اسے بھی یاددہانی کرانی پڑتی ہے اور اس میں کمزور بھی ہوتے ہیں ان کو جھنجوڑنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے ایمان کا دعویٰ کیا ہے لیکن جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنے گھروں اور اپنے وطنوں سے نکلو ''اِثَّا قَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ'' تمہاری طبیعت یا تم میں سے بعض جو ہیں وہ ''الارض'' کی طرف جس کے معنے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ''وطن'' بھی کئے ہیں۔ یعنی وطن کی محبت آڑے آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم اپنے وطن کو کیسے چھوڑیں اور وطن کی محبت میں ہی گھر کی خاندان کی بیوی بچے کی محبت شامل ہے۔ کیونکہ انہیں محبتوں کا مجموعہ وطن کہلاتا ہے۔ وطن کی محبت کوئی علیحدہ چیز تو نہیں ہے کسی کو بیوی بچوں کی فکر ہوتی ہے کسی کو مال و دولت کی فکر ہوتی ہے۔ کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ۔ ان کے اندر فکر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ کیفیت

نہیں رہتی جس کے نتیجہ میں انسان کے لئے روحانی رفعتوں کی طرف پرواز کرنا ممکن ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے ہم نے جو وعدہ دیا ہے وہ یہ ہے کہ دین اور دنیا کی حسنات تمہیں ملیں گی۔ اگر تم ہمارے قول کے مطابق، ہماری ہدایت کے مطابق، ہمارے حکم کے مطابق اپنی زندگیوں کو گذارو گے وہ حسنات دارین کا وارث کرے گا اور تم صرف ایک بہتری کے پیچھے پڑ جاتے ہو اس دنیا کی جو مجموعی طور پر جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا کروڑواں اربواں کھربواں حصہ بھی نہیں کیونکہ اخروی زندگی جو ہے وہ نہ ختم ہونے والی ہے اور اس کی نعمتیں اگر دنیا کی فرض کرلو نعمتوں کا ۱/۴ بھی ہوں تو اسیّ (۸۰) سال کی زندگی میں جو نعمتیں اس دنیا کی ملیں ۲۴۰ سال میں اُس دنیا میں وہ نعمتیں مل جائیں گی اور پھر بعد میں بے شمار زمانہ پڑا ہے نعمتوں کے حصول کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اخروی نعماء کے مقابلہ میں اس دنیا کی نعمتیں اور آرام اور آسائش اور عیش وعشرت جو ہے وہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ نہ ہونے کے برابر ہے لیکن تم اس حقیقت کو بھول جاتے ہو اور خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان قربانیوں کے دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہو جن کا تم سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ہماری آواز پر لبیک کہتے ہوئے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور مدد کے لئے آگے نہیں بڑھو گے تو اس دنیا کی خاطر تم ایسا کر رہے ہوگے اور ہم اس دنیا میں تمہیں عذاب دیں گے۔ جس چیز کی تمہیں تلاش ہے وہ تمہیں اس دنیا میں نہیں ملے گی۔ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا تمہیں اللہ تعالیٰ ایک دردناک عذاب پہنچائے گا۔ اور دوسری متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب اس دنیا میں بھی اور اخروی زندگی میں بھی ظاہر ہوتا ہے لیکن یہ سمجھنا کہ تم اگر بے وفائی کرو گے اور نفاق کی راہوں کو اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا منشاء پورا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر جو ہے اس کے راستے میں روک پیدا ہو جائے گی۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ اللہ تعالیٰ تو قادر ہے کہ وہ تمہیں مٹا دے گا اور ایک اور قوم لے آئے گا۔ وہ قوم تمہاری طرح ایمان کی کمزور اور دل کی منافق نہیں ہوگی۔ وہ عاشق ہوگی اپنے رب کی اور پیار کرنے والی ہوگی اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ وہ قربانیاں دے گی بشاشت کے ساتھ جن کا ان سے مطالبہ کیا جائے گا۔ اور پھر وہ اس دنیا کی حسنات کے بھی وارث ہوں گے اور اس کی بھی حسنات کے

وارث ہوں گے۔ لَاتَضُرُّوْہُ شَیْئًا تم نے کیسے سوچ لیا کہ اللہ تعالیٰ ایک تقدیر اس دنیا میں جاری کرنا چاہے اور تم اس کے رستے میں روک بنو۔ تم روک نہیں بن سکتے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے کر گذرتا ہے ہر چیز پر قادر ہے وہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یہ مدد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے خلفاء کو حاصل ہوتی رہے گی یہاں پر ''دو'' کا ذکر ہے (نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خلفاء کا) ظاہری طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن معنوی طور پر آپ کا خلیفہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس غار میں اور اس سفر میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھی کسی دوسرے مخلص کو نہیں بنایا بلکہ اس کو بنایا جس نے پہلی خلافت کی کرسی کے اوپر متمکن ہونا تھا۔ اور اس طرح ہمیں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے رسول اور اس کے خلیفہ کو پہنچتی ہے اور خلیفۂ وقت کو کہا کہ تم جماعت کی طرف نہ دیکھنا کہ اگر تم اکیلے رہ گئے۔ جس طرح حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ خلافت راشدہ میں ہر خلیفہ کے ساتھ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہیں۔ ثانی اثنین کیونکہ آپ کے بغیر آپ سے بُعد میں، آپ سے دوری میں، آپ سے قطع تعلق کر کے خلافت راشدہ نہیں رہی۔

ثانی اثنین میں جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوال ہے خلافت راشدہ میں آپ ساتھ ہیں اور جو دوسرے ہیں وہ معنوی لحاظ سے آپ کے ساتھ ہیں۔ اسی واسطے قرآن کریم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں کہا نام نہیں لیا۔ بلکہ کہا ایک ساتھی کے ساتھ۔ دو میں دوسرا تھا۔ ظاہری جسم کے لحاظ سے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور مقام کے لحاظ سے پہلے خلیفہ تھے امت مسلمہ کے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مدد کرو یا نہ کرو۔ میری مدد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلیفہ کے ساتھ رہے گی اور اگر تم مدد نہیں کرو گے تو آسمان سے ایسی فوجیں اُتریں گی جو کمزوریٔ ایمان کے نتیجہ میں تمہیں نظر نہیں آئیں گی اور وہ مدد کر رہی ہوں گی۔ جب ایسی فوجیں بہت سے موقعوں پر اُتریں تو جن کے ایمان مضبوط تھے ان کو نظر آ رہی تھیں وہ فوجیں، بڑی کثرت سے صحابہ نے ان فوجوں کے متعلق باتیں کیں کہ ہم نے یوں دیکھا ہم نے یوں دیکھا۔ ڈرانے کے لئے استثنائی طور پر کافروں کو بھی بعض چیزیں اللہ تعالیٰ

نے دکھا دیں۔لیکن مومنوں کے دلوں کو مضبوط کرنے اور ان کو اور بھی ہشاش بشاش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ نظارے دکھائے۔ایمان کی پختگی کے نتیجہ میں لیکن جو کمزور ایمان والا یا منافق ہے اور وہ جس کے دل کے اندر ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا۔اس کو یہ آسمانی فوج نظر نہیں آتی۔لیکن وعدہ ہے اور یہ وعدہ پورا ہو رہا ہے۔اب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے افریقہ میں جو کارنامہ کیا اپنی خلافت میں اور ہم نے وہاں دیکھا۔اگر ہم ان مبلغین کی طرف دیکھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وہاں خلوص کے ساتھ ایثار اور قربانی کی توفیق عطا کی تو وہ نتیجہ نہیں نکل سکتا جو ہمیں نظر آیا۔اس سے ہزارواں حصہ شاید کم نکلتا۔اگر عمل اور اس کے نتیجہ پر نگاہ کی جائے لیکن عمل ایک اور نتیجہ ایک ہزار۔اسی کا مطلب یہ ہوا کہ نو سو ننانوے نتیجہ پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فوجوں کو نازل کیا اور وہ نتائج ہمیں بتاتے ہیں کہ آسمان سے ملائکہ کا نزول ہوا اور اُنہوں نے اس وعدہ کے مطابق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا تھا۔غلبۂ اسلام کے سامان پیدا کئے۔اس وقت اللہ تعالیٰ خلافت ثالثہ کے ذریعہ دلائل کے ساتھ اور آسمانی نشانوں کے ساتھ غلبۂ اسلام کے زیادہ سے زیادہ سامان پیدا کرتا جاتا ہے اور کرتا چلا جائے گا۔جب تک کہ وہ آخری غلبہ اسلام کو حاصل نہیں ہو جائے گا جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ہیں اور تمام بنی نوع انسان جب تک اسلام میں داخل ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فدائی نہ بن جائیں۔اس غلبہ کے حصول کے لئے جس جہاد کی ضرورت ہے وہ تلوار کا جہاد نہیں کیونکہ اسلام کے خلاف تلوار میان سے نہیں نکالی گئی۔نہ مذہب کو تباہ کرنے کے لئے ایٹم بم استعمال کیا جاتا ہے۔دشمن قوم کو تباہ کرنے کے لئے ایٹم بم تو استعمال کیا جاتا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ اس کی ہلاکت کا جسموں پر اثر ہے۔لیکن مذہب کے مقابلہ میں ایٹم بم نہ استعمال کیا جاتا ہے نہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔کیونکہ جیسا کہ میں نے یورپ کو کہا آپ بھی بتایا کہ ساری دُنیا کے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم مل کر بھی ایک دل میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔لاکھوں کروڑوں کو تباہ کر سکتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن ایک دل میں وہ تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔دل میں تبدیلی پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا کرتا ہے۔وہ فضل اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ شامل کر دیا ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں

اور ہم حمد کر نہیں کر سکتے۔ ہم عاجز بندے ہیں اتنا انعام ہم پر وہ کر رہا ہے۔

بہر حال جو غلبۂ اسلام کے سامان پیدا ہو رہے ہیں اور جس طرح ایک وقت میں جب مضبوط ہو گئی عرب کی قوم۔ عرب میں جو مسلمان تھے ان کو طاقت ہوئی۔ ارتداد کا فتنہ اُٹھا وہ فتنہ دبا دیا گیا اور پھر عرب اسلام کے جھنڈے تلے متحد ہو گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کیا کہ اس وقت کی جو معلوم دُنیا تھی اس پر غالب آیا۔ چھیڑ چھاڑ شروع کی ایرانیوں نے بھی اور رومیوں نے بھی اور مسلمانوں کو اس کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ان حالات کے لحاظ سے جو نہایت اعلیٰ تلواریں یعنی ایرانیوں اور رومیوں کے پاس، وہ کند تلواریں اور گندے لوہے کی تلواریں اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے کہا نکالو! کیونکہ تلوار کے لوہے نے فیصلہ نہیں کرنا۔ میرے حکم نے فیصلہ کرنا ہے۔ آدمی تاریخ پڑھتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے۔ خالد بن ولید تھے بڑے مخلص، بڑے سمجھدار اور قرآن کریم کے رموز و اسرار سے واقف، کیونکہ اگر ان کی تقریریں پڑھیں تو آدمی ان سے یہی نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ وہ نڈر فدائی تھے اور بعض دفعہ ایک ایک جنگ میں نو نو تلواریں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ جاتی تھیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے کہ سپاہی لڑ رہا ہو اس کے سامنے دشمن ہو اور تلوار ٹوٹ جائے اور پھر بھی اس کی جان کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ ان کی حفاظت کرتا تھا لیکن اس سے پتہ لگتا تھا کہ ان کی تلواریں ان کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ نو نو تلواریں ایک دن میں ایک معرکہ میں شاید ایک گھنٹہ کے اندر اندر ٹوٹ جاتی تھیں کیا کرتے بیچارے جو ان کے پاس تھا وہ اپنے رب کے حضور پیش کر دیتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرتا تھا۔ آسمان سے ان پر فرشتے نازل ہوتے تھے۔ پھر رومیوں کے ساتھ ان کمزور فدائیوں کو لڑنا پڑا۔ ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ اور دو دو لاکھ فوج کے مقابلہ میں بیس تیس پینتیس ہزار بعض دفعہ پانچ ہزار بعض دفعہ دس ہزار کی فوج جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ ان کو فتح دیتا تھا اور کثرت کا خیال نہیں رکھتا تھا کیونکہ جو سبق دیا گیا تھا ان آیات میں جس کا ذکر ہے وہ تو یہ ہے کہ اگر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلیفہ جیسی حیثیت رکھیں گے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ساری دُنیا پر غالب ہوں گے وہ مقابلہ تو دو کا تھا ساری مخالف دُنیا کے ساتھ۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے کامیاب کیا۔ اس وقت کچھ مراکز بنے۔ ساری دُنیا میں

اسلام کے غلبہ کے لئے۔ ایک تو ایران کا ملک تھا جس کے ماتحت عراق بھی تھا۔ عراق کے ورلے حصے جو عرب سے ملتے تھے وہ Base (بیس) بنی وہ ایک Camp (کیمپ) بنا۔ ان حصوں کی طرف فاتحانہ یلغار کا اور دوسری طرف شام بنا۔ میں سوچتا ہوں اور طبیعت پر یہ اثر ہے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر بھی یہی اثر تھا کہ ایک Base (بیس) ہماری افریقہ ہے اور اس وقت ہماری حالت دُنیوی مماثلت کے لحاظ سے وہ ہے جو عراق کے ورلے علاقہ میں مسلمان فوجوں کی تھی۔ جس وقت وہ عرب سے باہر نکلے اور اُنہوں نے آزادئ ضمیر کی خاطر ایران جیسی زبردست سلطنت سے ٹکر لی۔ وہاں حالت ابھی نہیں آئی کچھ بدل گئے ہیں روم کی حالت ہے کیونکہ روم میں کسریٰ سے لڑائی ہوئی۔ ہماری پہلی لڑائی ایسا معلوم ہوتا ہے عیسائی مذہب سے ہوگی جس طرح رومیوں کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائی ہوئی۔ ویسے تاریخ کے لحاظ سے وہ دوسری لڑائی ہے مسلمانوں سے۔ اس زمانہ میں اور ہماری دوسری لڑائی دھریوں سے ہوگی جیسا کہ ایران میں مسلمانوں کی لڑائیاں ہوئیں کیونکہ وہاں آتش پرست تھے۔ خدائے واحد و یگانہ کو ماننے والے نہ تھے۔ رومی جو تھے وہ تثلیث کے بھی قائل تھے۔ بیچ میں یونیٹیرین بھی تھے۔ بہرحال وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نازل شدہ شریعت اور ہدایت کے ماننے والے تھے۔ یعنی شریعت ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور ہدایت ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ اس وقت جو ابتدائی ہماری جنگ غلبۂ اسلام کے سلسلہ میں ہے وہ ہم نے افریقہ میں لڑنی ہے اور افریقہ میں مغربی افریقہ ہمارے لئے Camp (کیمپ) اور Base (بیس) بنے گا اور بن رہا ہے۔ اس جنگ کے لئے میں نے مالی اور جانی جہاد کی ندا دی ہے۔ آپ کو اس کی طرف بلایا ہے اور میں خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل دیکھتا ہوں کہ جماعت کی بڑی بھاری اکثریت نے انتہائی فدائیت اور جان نثاری کا ثبوت دیا ہے۔ جانی میدان میں بھی اور مالی میدان میں بھی۔ ایک مہینہ نہیں گزرا ابھی پہلے سترہ دن میں تو سترہ لاکھ روپیہ (نصرت جہاں ریزروفنڈ) میں ہو گیا تھا اور جتنے ٹیچر چاہئے تھے ان سے زیادہ ہمارے پاس آ گئے ہیں۔ اور ڈاکٹروں کی کچھ کمی تھی وہ پوری ہوگئی اور مالی لحاظ سے ٹیچر بھی اور دوسرے بھی۔ لیکن جس قسم کی مذہبی جنگ جو دلائل اور آسمانی نشانوں کے ساتھ لڑنی اور جیتنی ہے اللہ کے

فضل سے اس کی توفیق سے، اس کے لئے۔ پتہ نہیں کل کو کتنے آدمیوں کی ضرورت ہوگی۔ ڈاکٹروں کی ضرورت ہوگی۔ ٹیچر اور مبلغین کی بھی۔ اور یہ تو یقینی بات ہے جس قسم کے اس وقت ہمارے پاس نہیں۔ ان سے زیادہ مخلص فدائی اور جنونی آدمی ہمیں چاہئیں۔ ہمارا نظام ’’رٹ‘‘ کے اندر جس کو کہتے ہیں رستہ بنایا ہوا ہے پہیہ اس میں پڑ گیا ہے۔ حالانکہ ہمارا ماحول اور ہماری ضرورت اور ہمارے مخالف کا جو طریق جنگ ہے ہمیں اس رٹ سے پہیہ اس نشان سے باہر نکالنا ہے اور ہم نے دفاع نہیں کرنا کیونکہ دفاع کا وقت گزر گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود تیس ہزار سے زیادہ اعتراض عیسائیوں کے اکٹھے کئے اور ان کا جواب دیا۔ اب عیسائی جو ہے وہ اپنا دفاع کر رہا ہے اور ہم اس کے اوپر حملہ آور ہیں اور اس حملہ میں ہماری وہ فراست ہونی چاہئے جو دوسری جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں دکھایا کرتے تھے۔ اس قسم کی فدائیت چاہئے۔ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ ایسی جھڑپیں ہوئیں کہ مسلمان چار ہزار اور دشمن سولہ ہزار اور بہرحال ان کو زیادہ قربانی اس لحاظ سے بھی دینی پڑتی تھی کہ ان کی تو باہیں شل ہو جاتی تھیں۔ وہ دشمن چار ہزار پیچھے ہٹا لیتے تھے اور تازہ دم چار ہزار لڑنے کے لئے آگے بھیج دیتے تھے۔ تو چاروں ٹکڑیوں کے ساتھ ایک ٹکڑی کو لڑنا پڑتا تھا کیونکہ وہ ان سے چار گنے زیادہ تھے اس کے باوجود تاریخ لکھتی ہے کہ قریباً ساری رات وہ قرآن کریم کی تلاوت اور نوافل میں گزارتے تھے اور صبح کے وقت میدان جنگ میں چلے جاتے تھے تو ان کی قوت اور طاقت کا منبع اور سرچشمہ نیند اور آرام یا کھانا نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کی کوشش تھی۔ اس طرف ہمارے بہت سے مبلغ ہیں جو توجہ دے رہے ہیں لیکن ایسے بھی ہیں جو توجہ نہیں دے رہے اگر تم نے اپنے جسم اور روح کی طاقت اللہ تعالیٰ سے حاصل نہ کی تو تمام ادیان کے مقابلہ میں جو جنگ تم لڑ رہے ہو۔ اس کی طاقت تم کیسے پاؤ گے تم لڑ ہی نہیں سکتے تمہارے جسم تمہارے ذہن تمہارے حافظے اور تمہاری ذہنی اور روحانی قوتیں جو ہیں وہ اتنی کمزور ہوں گی (اس منبع سے کٹ کر) کہ تم غالب نہیں آ سکتے اپنے مخالف پر۔ تم ناکارہ سپاہی تو کہلا سکتے ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس فوج کا جو آج ساری دُنیا سے برسرِ پیکار ہے۔ روحانی اور علمی

لحاظ سے لیکن تمہیں کار آمد وجود اس فوج کا نہیں کہہ سکتے ۔تمہیں اپنا تعلق اپنے پیدا کرنے والے رب سے مضبوط کرنا پڑے گا۔اوراپنی ساری طاقت اس سے حاصل کرنی پڑے گی۔اور اپنے نفس کو مارنا پڑے گا۔اورایک نئی زندگی اس سے پانی پڑے گی۔تب تم جا کراس میدان میں فتح حاصل کر سکتے ہو۔ورنہ نہیں کر سکتے تو ہمارے جو مبلغ ہیں اور رضا کار ہیں ان کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے ورنہ ان کا وجود ایک ناکارہ وجود ہے بےثمر وجود ہے جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا اور نہ ہی نکل رہا ہے۔ایسے جو ہیں۔لیکن اگر اللہ تعالیٰ سے ہمارا پختہ تعلق ہواور اگر ساری طاقتوں کا منبع اور سرچشمہ ہم اس ذات کو سمجھیں اوراس کے حضور عاجزانہ جھک کراور اپنے پر ایک موت وارد کر کے اس کو کہیں کہ اے خدا ہمارا کچھ نہیں ہماری زندگی بھی نہیں ہم ایک مردہ لاشہ کی طرح ہیں ہم تیرے دین کے غلبہ کے لئے اپنی خدمات کو پیش کرتے ہیں۔تو ہمیں نئی زندگی اور نئی طاقت اور نئی فراست کے نور سے ہمارے سینوں کو بھر دے اور ہم میں وہ برکت ڈال۔جس برکت کا تو نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی قوت کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا۔اگراس طرح ہم اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق کو پیدا کرسکیں اور ساری طاقتیں اس کے قدموں میں پھینک کراس سے طاقت حاصل کریں تو ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ورنہ ہم کامیاب نہیں ہو سکتے تو جو نئے آنے والے ہیں ان کو بھی میری یہ نصیحت ہے اور جو پرانے آئے ہوئے ہیں ان کو بھی میں یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ تمہارے اندر کوئی ایسی طاقت نہیں ہے کہ تم عظیم جہاد میں کامیاب جرنیل ثابت ہوسکو۔اگرتم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا اور دُنیا میں اپنے مقصود کو پانا ہے اور اگرتم چاہتے ہو کہ واقع میں اسلام دُنیا میں غالب آجائے تو اپنے اوپر ایک موت وارد کر کے اپنے رب سے ایک نئی زندگی پاؤ۔ تب تم واقع میں اللہ تعالیٰ کی رضا اوراس کی جنت کو بھی پاؤ گے اور دُنیا میں آنے والی نسلیں تمہیں عزت اوراحترام کے ساتھ یاد کریں گی۔ورنہ جس طرح دُنیا ابی ابن سلول کو نہیں بھولی تم میں سے بعض کو نہیں بھولے گی۔خواہ وہ اپنے زعم میں خود کو کتنا ہی قابل عزت اور قابل احترام بھی نہ سمجھتا ہو اس طرح تمہیں بھی یاد رکھے گی۔لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرح۔ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرح۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرح تمہیں یاد نہیں رکھے گی۔اس سے

بڑھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح جس طرح ان بزرگ فدائیوں کو جو ثانی اثنین تھا ہر ایک کو اُنہوں نے یاد رکھا۔ اس طرح تمہیں یاد نہ رکھے گی لیکن اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فنا ہو کر اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کے قدموں میں ڈال دو تو خدا تعالیٰ کی رحمت آسمانوں سے تم پر نازل ہوگی اور وہ فوجیں اُتریں گی جنہیں تم تو دیکھو گے لیکن دُنیا نہیں دیکھ رہی ہوگی نہ کمزور ایمان اور منافق انہیں دیکھ رہا ہوگا۔ نتائج ظاہر کر رہے ہوں گے کہ ایک انقلابِ عظیم آیا ہے اس کے پیچھے کوئی ہاتھ ہونا چاہئے لیکن وہ ہاتھ نظر نہیں آ رہا ہوگا کیونکہ وہ غیر مرئی ہاتھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا ہوگا جسے یہ انسان اور اس کی آنکھ نہیں دیکھا کرتی۔ اور جو مالی مطالبہ ہے میں سمجھتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اسے اتنے لاکھ ہو جانا چاہئے جو خلافت احمدیہ کے سال ہیں۔ یعنی اس وقت تک دو خلافتیں اور کچھ سال پتہ نہیں کب تک میں نے زندہ رہنا ہے لیکن اس وقت تک جو زندگی اللہ تعالیٰ مجھے دے چکا ہے۔ اس کو پہلی دو خلافتوں کے سالوں میں شامل کر کے جتنے سال بنتے ہیں تقریباً ۶۲ سال۔ اتنے لاکھ (چندہ نصرت جہاں ریزرو فنڈ کا) ہونا چاہئے اور جانی قربانی اتنی کثرت سے اور اسقدر ایثار سے ہونی چاہئے کہ اگلے پانچ سال، پچھلے ساٹھ سالہ ظاہری ترقی کے مقابلہ میں زیادہ ہوں یعنی اگلے پانچ سال میں اتنی Base (بیس) کو اپنے حملہ کے لئے جو تیاری ہو یعنی آخری کامیاب حملہ کی جو تیاری ہو اس کے لئے اس قدر تیار کر لیں کہ آہستہ آہستہ بتدریج اللہ تعالیٰ نے جو ترقی دی تھی۔ اگلے پانچ یا دس سال میں ہم اس سے آگے نکل جائیں۔ یہ ضروری ہے کامیابی آئے محض ترقی ضروری نہیں۔ محض اپنی رفتار کو قائم رکھنا یہ کافی نہیں بلکہ ہر دوسرا قدم پہلے سے آگے بڑھنا چاہئے اور اس کو انگریزی میں Momentum کہتے ہیں۔ یعنی ہر سال کوشش اور اس کا نتیجہ پہلے سال سے دُگنا ہونا چاہئے تب ہم جا کر اگلے دس سال میں اسی چیز کو حاصل کر سکتے ہیں جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جس کے حصول کو اللہ تعالیٰ نے بالکل ممکن بنا دیا ہے۔ جو میں وہاں دیکھ کر آیا ہوں آدمی کثرت سے آئیں مخلص آئیں ایسے آئیں کہ جو فدائی ہوں۔ بے نفس ہوں مردہ ہوں دُنیا کی نگاہ میں اور اللہ تعالیٰ سے زندگی کو حاصل کرنے والے ہوں۔

خدا کرے ایسا ہو۔ خدا کرے کہ ہماری آج کی جو ذمہ داری ہے اس کو ہم نبھا سکیں۔
آج ہم انتہائی طور پر نازک دور میں سے اس معنی میں گذر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عظیم کامیابیوں کے لئے دُنیا کی فضا کو ہمارے لئے بہتر بنا دیا ہے۔ اور اس تبدیلی کا جو امکان ہے اس تبدیلی کو عملی شکل دینا یہ ہمارے سپرد کر دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قریباً پھل تیار کر کے اس طرح جس طرح دس فٹ کے اوپر اس درخت کا پھل پک جائے جو خود بخود نہیں گرا کرتا۔ یعنی ٹپکا نہیں ہوتا۔ بعض ایسے درخت ہوتے ہیں جس کا پھل ٹپکا نہیں ہوتا۔ آم تو ٹپک پڑتا ہے۔ بعض پھل پکنے کے بعد بھی درخت کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ تو جو دس فٹ اوپر پھل ہے اور پک جاتا ہے اس کو توڑنا انسان کا کام ہے۔ پھل پک چکا ہے لیکن گرے گا نہیں۔ جس طرح میں نے افریقنوں کو کہا تھا ایک مضمون کے سلسلہ میں آپ کو بھی میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام کی کامیابی کے جو مختلف دور ہیں اور جن مدارج میں سے ہم نے گذرنا ہے۔ سیڑھی بہ سیڑھی چڑھ کر بہت عظیم انقلاب ہمارے سامنے ہے۔ مقدر ہو چکا ہے لیکن اس Destiny (ڈسٹنی) اس تقدیر کا پھل ہم نے توڑنا ہے۔ ہماری گود میں نہیں گرے گا۔ پھل تیار ہے۔ رفعتوں کو آپ حاصل کریں اور پھل کو پالیں۔ اِثَّا قَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ خدانخواستہ ہماری ذہنیت ہو تو جو بلندیوں میں پھل تمہارا انتظار کر رہا ہے زمین پر گر جانا یا زمین کے ہو جانے سے وہ پھل تمہیں نہیں مل سکتا۔ ایسا نہ کبھی ہوا نہ ہو سکتا ہے اور نہ کبھی ہو گا تو جو چیز تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے اس کے حصول کے لئے انتہائی کوششیں کرو اور اللہ کے انتہائی فضلوں کو حاصل کرو۔ خدا آپ کو بھی اور مجھے بھی اس کی توفیق عطا کرے۔ (اللّٰھم اٰمین)

(از رجسٹر خطبات ناصر۔ غیر مطبوعہ)

❁❁❁